شارحینِ صحیح مسلم کے اسالیبِ و مناہج: فتح الملہم اور منۃ المنعم کا خصوصی مطالعہ

Methodologies of the Commentators of *Ṣaḥīḥ* Muslim: A Study of *Fatḥ al-Mulhim and Minnat ul-Mun'im*

*Hafiz Muhammad Hassan Ubaid
** Dr. Muhammad Shahbaz Manj

Abstract

Ṣaḥīḥ Muslim, a well-known collection of Prophetic traditions, is considered to be a second most legitimate *ḥadīth* corpus after *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī.* Number of translations and commentaries of this book have been written. *Fatḥ al-Mulhim* by *Shabbīr* Ahmad *Usmānī* and *Minnat ul-Mu'im* by *Ṣafī-ur-Raḥmān Mubārakpūrī* are two prominent Arabic commentaries written in Indo-Pak subcontinent. This article studies the methodologies of these two commentaries. It finds that along with number of commonalities, both the commentators have mentionable differences in elaborating the *ḥadīths* and developing the arguments in support of their opinions regarding the explanations of different *ḥadīths* and related words, phrases and personalities etc. Both offer arguments from Quran, *ḥadīth,* Arabic grammar and previous scholars etc. but *Usmānī* goes into more details of the relevant issues than *Mubārakpūrī.*

Keywords: *Ṣaḥīḥ* Muslim, Commentaries, *Usmānī*, *Mubārakpūrī*

*PhD scholar Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha

**Assistant Professor of Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha

صحاح ستہ میں صحیح البخاری کے بعد سب سے صحیح اور مستند سمجھی جانے والی کتاب صحیح مسلم ہے۔ اس کتاب کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں۔ ان شروحات میں علامہ شبیر احمد عثمانی (م 1949ء) کی "فتح الملہم" اور صفی الرحمٰن مبارک پوری (م 2006ء) کی "منۃ المنعم" نمایاں اور اہم شروحات ہیں۔ اس مقالے میں ان دو شروحات کے مناہج کا تقابلی جائزہ پیش کرنا مقصود ہے۔ اس جائزے کے لیے یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ مختلف مصادر سے استشہاد کے ضمن میں دونوں کے اسلوب و منہج کو مناسب حال عنوانات کے تحت لیا گیا ہے۔

آیاتِ قرآنیہ سے استشہاد

دونوں شارحین نے دورانِ شرح مسائل اور الفاظ کی صراحت کے لیے قرآنی آیات سے استدلال کیا ہے ۔ وہ یہ استشہاد و استدلال کیسے کرتے ہیں؟ اس کی وضاحت درج ذیل مثالوں سے ہو جائے گی:

فأي قلب أشربها [1] (جس دل میں پلایا گیا ہے) کی شرح کرتے ہوئے علامہ عثمانی نے لکھا کہ: "**بصيغة المجهو ل يقال اشرب فى قلبه حبه اى خالطه فالمعنى خالط الفتن واختلط بها ودخلت فيه دخولا تاما ومنه قوله تعالى وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ** "[2] "اس میں اُشرب صیغہ مجہول ہے جیسے کہا جاتا ہے: اس کے دل میں اسکی محبت پلائی گئی یعنی مل جل گئی تو اس سے مراد یہ ہوا فتنے دل میں اچھی طرح گھل مل گئے اس میں مکمل طور پر داخل ہو گئے، جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے: ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت ان کے کفر کی سبب پلائی گئی۔ " اور مولانا مبارک پوری لکھتے ہیں: "**اى دخلت فيه الفتن دخولا محكما لا انفكاك له منها كما فى قوله تعالى: وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ** "[3] "یعنی فتنے اس میں مضبوطی کے ساتھ داخل ہو گئے کہ وہ اس سے جدا نہیں ہو سکتے جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت ان کے کفر کی سبب پلائی گئی۔"

کتاب الصیام میں **رئيهما**[4] (دھاگوں کا نمایاں ہونا) کے متعلق علامہ عثمانی نے لکھا: "**براء مكسورة ثم همزه ساكنة ثم ياء مضمومة ومعناه منظرهما منه وقول الله تعالى: هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا** "[5] " (رئیهما) میں راء مکسورۃ ہے پھر ہمزہ ساکن پھر یاء پر پیش ہے اس کا معنی ان دونوں کو دیکھنا ہے، جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وہ دیکھنے میں اور ساز و سامان میں اچھے تھے۔ " مولانا مبارکپوریؒ نے لکھا: " **براء مكسورة ثم همزه ساكنة ثم ياء ومعناه منظرهما منه**

---

[1] مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح، (ریاض: دار السلام، 2000ء)، رقم الحدیث: 369۔

[2] علامہ شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم، (کراچی: مکتبہ دار العلوم، 2009)، 2: 112؛ البقرۃ 2: 93۔

[3] مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، منۃ المنعم، (ریاض: دار السلام، 1999ء)، 1: 129؛ البقرۃ 2: 93۔

[4] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 369۔

[5] عثمانی، فتح الملہم، 205/5؛ مریم 19: 74۔

وقوله تعالى: هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا "[6]" (رئيهما) میں راء مکسورۃ ہے پھر ہمزہ ساکن پھر یاء ہے اس کا معنی ان دونوں کو دیکھنا ہے جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وہ دیکھنے میں اور ساز و سامان میں اچھے تھے۔ "

ان مثالوں سے واضح ہوا کہ مولانا عثمانی اور مولانا مبارک پوری نے اپنی شروحات میں معانیِ حدیث کی وضاحت کے لیے قرآنی آیات سے استدلال کیا ہے۔ دوسرے یہ پہلے جن آیات سے استدلال کیا دوسرے بھی انھی آیات سے استدلال کر رہے ہیں۔ یہ چیز دونوں میں استدلالی مماثلت کے ساتھ ساتھ ثانی الذکر سے اول الذکر کے استفادے کی بھی ایک دلیل بن جاتی ہے۔

احادیث سے استدلال

احادیث سے استدلال کرنے میں بھی شارحین کا منہج تقریبا ایک جیسا ہے۔ کتاب الجنائز کی حدیث میں علامہ عثمانیؒ نے **أسرعوا بالجنازة** [7] سے مراد یہ لیا ہے کہ جنازے کو اس کی قبر کی طرف جلدی لے جایا جائے یا پھر اس سے مراد دفنانے میں جلدی کی جائے۔ صاحب شرح نے ان دونوں مفاہیم کی تائید میں دیگر کتب احادیث سے دو احادیث نقل کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

> **ا ذا مات احدكم فلا تحبسوه واسرعوا به الى قبره**[8]" ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اسے نہ روکو اور اس کی قبر کی طرف جلدی لے جاؤ۔ "
>
> **لا ينبغي لجيفة مسلم ان تبقى بين ظهراني اهله**[9]" یہ لائق نہیں کہ مسلم کی لاش (میت) کو اس کے گھر والوں کے درمیان روکا جائے۔ "

مولانا مبارکپوریؒ نے **أسرعوا بالجنازة** سے مراد یہ لیا ہے کہ اس کی موت کے یقین ہونے کے بعد اس کے دفنانے میں جلدی کی جائے یا پھر اس سے مراد یہ بھی ہے کہ جب جنازے کو کندھوں پر اٹھایا ہوا ہو تو چلنے میں جلدی کی جائے۔ اگر اس سے یہ معنی مراد لیا جائے کہ دفنانے میں جلدی کرو دو احادیث اس معنی کی تائید کرتی ہیں۔ اور پھر وہی اوپر والی احادیث نقل کی ہے، جو مولانا عثمانی نے کیں۔[10] اگر اس سے دوسرا معنی مراد لیا جائے یعنی جنازے کو کندھوں پر اٹھا کر

---

[6] مبارکپوری، منۃ المنعم، 152/2؛ مریم19: 74۔

[7] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 2186۔

[8] سلیمان بن احمد الطبرانی، المعجم الکبیر (موصل: مکتبہ العلوم والحکم، 1983ء)، 12: 444؛ عثمانی، فتح الملہم، 4: 468۔

[9] سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود (ریاض: دار السلام، 2009)، رقم الحدیث: 3159؛ عثمانی، فتح الملہم، 4: 468۔

[10] الطبرانی، المعجم الکبیر، 444/12؛ مبارکپوری، منۃ المنعم، 59/2؛ احمد بن شعیب، سنن النسائی (ریاض: دار السلام، 2009)، رقم الحدیث: 1913؛ مبارکپوری، منۃ المنعم، 2: 60۔

چلنے میں جلدی کرنا ہے تو اس کی تائید میں سنن نسائی، ابوداود اور مصنف ابن ابی شیبہ کی درج ذیل احادیث سے استدلال کیا: **" وانا لنكاد نرمل بالجنازة رملا"**[11]**"ونحن نرمل رملا "**[12]**"من حديث عبدالله بن عمرو ان اباه اوصاه قال اذا انت حملتنى على السرير فامش مشيا بين المشيين "**[13]

کتاب الجنائز کی حدیث میں علامہ عثمانیؒ نے **أنتم شهداء الله في الأرض**[14] (تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو) کی توضیح میں صحیح بخاری کی درج ذیل حدیث بیان کی کہ: **أيما مسلم، شهد له أربعة بخير، أدخله الله الجنة فقلنا: وثلاثة، قال: وثلاثة فقلنا: واثنان، قال: واثنان ثم لم نسأله عن الواحد**[15] "جس مسلمان کے لیے چار مسلمان اچھی شہادت دیں۔ اللہ اس کو جنت میں داخل کردے گا ہم نے کہا اور تین تو آپ نے فرمایا تین بھی ہم نے کہا اور دو۔ تو آپ نے فرمایا دو بھی پھر ہم نے ایک کے متعلق نہ پوچھا۔" مولانا مبارکپوریؒ نے صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث کی تائید میں یہ حدیث بیان کی ہے : **إن لله ملائكة تنطق على ألسنة بني آدم بما في المرء من الخير و الشر**[16] "بے شک اللہ تعالی اور زمین میں فرشتے آدمی کی اچھائی اور برائی کے بارے میں بنی آدم کی زبان پر چلتے ہیں۔ "

یہاں یہ فرق نظر آیا کہ علامہ عثمانیؒ نے مذکورہ حدیث کی شرح میں بخاری کی روایت سے استدلال کیا جب کہ مولانا مبارکپوریؒ نے اسی حدیث کی شرح میں شعب الایمان کی روایت سے استدلا ل کیا۔ گویا واضح ہوا کہ یہاں بھی شارحین نے اپنی شروحات میں احادیث سے استدلال کرنے کا منہج اختیار کیا ہے، البتہ احادیث مختلف پیش کیں ہیں۔

3۔ غریب الفاظ کی شرح

شارحین نے اپنی اپنی شروح میں اہم کلمات اور الفاظ کی تشریح کیسے کی ہے اس کی وضاحت درج ذیل مثالوں سے ہو جائے گی:

باب بد الاذان کے ترجمہ کی حدیث میں لفظ ناقوسا[17] کی تشریح میں علامہ عثمانیؒ نے لکھا: **والناقوس خشبة طويلة يضربها النصارى باخرى اقصر منها لاعلام وقت الصلوة**[18] "ناقوس ایک لمبی لکڑی ہے جسے نصاری دوسری

---

[11] احمد بن شعیب، سنن النسائی (ریاض: دارالسلام، 2009)، رقم الحدیث: 1913 ؛ مبارکپوری، منۃ المنعم، 2: 60۔

[12] سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، رقم الحدیث: 3182 ؛ مبارکپوری، منۃ المنعم، 2: 60۔

[13] ابن ابی شیبہ، المصنف (ریاض: مکتبۃ الرشید، 1409ھ)، 2: 480 ؛ مبارکپوری، منۃ المنعم، 2: 60۔

[14] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 2200۔

[15] بخاری، الجامع الصحیح رقم الحدیث: 1368 ؛ عثمانی، فتح الملہم، 4: 475۔

[16] احمد بن الحسین البیھقی، شعب الایمان (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1410ھ)، 7: 22 ؛ مبارکپوری، منۃ المنعم، 2: 63۔

[17] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 837۔

[18] عثمانی، فتح الملہم، 3: 135۔

لکڑی جو اس کے کم ہوتی تھی نماز کے وقت کے اعلان کے لیے مارا کرتے تھے۔ "جب کہ مولانا مبارکپوریؒ اسی لفظ ناقوسا کے بارے میں لکھتے ہیں: **هو نوع من العود يضرب به النصارى لاوقات صلواتهم فينشأ منه صوت يفيد الاعلام**[19] وہ عود (لکڑی) کی ایک قسم ہے جسے نصاری نماز کے اوقات کے لیے مارا کرتے تھے اس سے ایسی آواز پیدا ہوتی جو اعلان کا فائدہ دیتی ہے۔"

درج بالا مثال سے واضح ہوا کہ شارحین نے اس لفظ کی تشریح میں منہج تقریبا ایک جیسا ہی رہا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ علامہ عثمانیؒ نے ناقوس سے مراد صرف لمبی لکڑی بتایا ہے جبکہ مولانا مبارکپوریؒ اس لکڑی کی نوع بتائی کہ یہ عود سے ہے۔ الجامع الصحیح کی کتاب الجنائز میں لفظ (**الإذخر**[20]) کی تصریح میں علامہ عثمانیؒ نے کہا:

> **بكسر الهمزة وسكون الذال المعجمة وكسر الخاء المعجمة وفي آخره راء قيل هو نبت بمكة، قلت ليس بمخصوص بمكة ويكون بارض الحجازة طيب الرائحة ينبت في السهول والحزون**[21]
>
> ہمزہ کے کسرہ، ذال کے جزم، خا کے کسرہ اور آخر میں راء ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ (جڑی بوٹی) مکہ میں اگتی ہے میں کہتا ہوں یہ مکہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ حجاز کی زمین میں بھی ہوتی ہے۔ اچھی خوشبو والی (یہ جڑی بوٹی) نرم اور سخت دونوں جگہ پر اگتی ہے۔

جب کہ مولانا مبارکپوریؒ لکھتے ہیں:

> **نبت ذو رائحة طيبة يكون مثل المسد**[22]
>
> اچھی خوشبو والی یہ جڑی بوٹی مسد (کھجور کے پتے کی چھال) کی طرح ہے۔

یہاں علامہ عثمانیؒ نے **الإذخر** کی تشریح مفصل بیان کی ہے اور اس میں اپنی رائے کا اظہار بھی کیا ہے جب کہ مولانا مبارکپوریؒ نے صرف اختصار کے ساتھ توضیح کی ہے۔ الغرض مذکورہ امثلہ سے واضح ہوا کہ شارحین نے کلمات کے ضبط اور مشکل الفاظ کے معنی بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ علامہ عثمانیؒ نے فتح الملہم میں بہت مقامات پر یہ منہج اپنایا ہے جب کہ مولانا مبارکپوریؒ نے کم جگہ پر اس منہج کو اپنایا ہے۔

اشعار سے استشہاد

---

[19] مبارکپوری، منۃ المنعم، 1: 251۔

[20] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 2177۔

[21] عثمانی، فتح الملہم، 4: 464۔

[22] مبارکپوری، منۃ المنعم، 2: 57۔

علامہ عثمانیؒ اور مولانا مبارکپوریؒ نے صحیح مسلم کی شرح کے دوران اشعار کی روشنی میں الفاظ کی وضاحت کی ہے۔علامہ عثمانیؒ نے کئی مقامات پر عربی اور فارسی اشعار کا ذکر کیا ہے۔اس کے برعکس مولانا مبارکپوریؒ نے بہت کم مقامات پر اشعار سے استدلال کیا ہے۔اشعار کے حوالے سے علامہ عثمانیؒ اور مولانا مبارکپوریؒ کی شروحات میں مشترکہ حدیث تو نہیں ملی جن میں شارحین نے شعر سے استدلال کیا ہو تاہم الگ الگ مقامات پر اشعار سے استدلال کیا گیا ہے، جس کی امثلہ درج ذیل ہیں:

علامہ عثمانیؒ روایت میں موجود لفظ **محمد**[23] کی وضاحت میں درج ذیل شعر سے استدلال کیا:

وشق له من اسمه ليجله۔۔۔فذو العرش محمود وهذا محمد [24]

(اللہ نے اس کو اپنے نام سے نکالا ہے تاکہ آپ ﷺ کو عزت دے، پس عرش والا اللہ محمود ہے اور یہ محمد ﷺ ہیں)

اسی طرح ایک روایت میں لفظ **فخلهم**[25] کی توضیح میں فرماتے ہیں کہ اللہ کی رحمت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ موحد جو اللہ اور اسکے رسالت کا اقرار کرے گا وہ آگ میں کبھی داخل نہیں ہو گا، اگرچہ وہ گناہوں کا ارتکاب کرے۔اور اسی طرح اللہ کا عذاب اور انتقام یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ موحد جو اپنے رب کی مخالف اور چھوٹے کاموں میں نافرمانی کرے وہ کبھی جنت میں داخل نہیں ہوگا، جیسے کہ پیشاب سے نہ بچنا، چغلی کرنا، چھپ کر باتیں سننے والا یا اپنے پڑوسی کو تکلیف دینے والا یا اس طرح کے اور لوگ، پس ایسا شخص اپنی ہلاکت پر اکتفا کرے اور اس سے جنت میں داخل ہونے کا حق چھین لیا گیا ہے۔اس لیے سعدی شیرازی کہتے ہیں:

بتهديد گر برکشد تيغ حکم بمانند کرو بيان صم وبکم

وگر در دهديک صلاى کرم عزازيل کويد نصيبى برم[26]

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ دوران شرح اشعار کا استعمال کرتے ہیں جیسے کہ ایک شعر **الا يا حمزللشرف النواء**[27] کی وضاحت میں درج کرتے ہیں:

الا يا حمز للشرف للنواء هن معقلات بالفناء

ضع السكين فى اللبات منها وضرجهن حمز ة با الدماء

---

[23] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 907۔

[24] عثمانی، فتح الملہم، 3: 217۔

[25] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 147۔

[26] عثمانی، فتح الملہم، 1: 399۔

[27] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 5127۔

وعجل من اطايبها لشرب قديدا من طبيخ او شواء [28]

درج بالا مثالوں سے واضح ہوا کہ علامہ عثمانیؒ شرح میں عربی اور فارسی اشعار سے استدلال کرتے ہیں اور یہ بھی واضح ہوا کہ اشعار سے استدلال کرتے ہوئے کبھی شاعر کا نام بتاتے اور کبھی کتاب کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔یعنی اشعار کو بطور استدلال پیش کرنے میں کبھی مصدر کا ذکر کرتے ہیں تو کبھی شاعر کا نام درج کر دیتے ہیں۔اور آپؒ کا بہت سارے مقامات پر ایسے ہی منہج رہا ہے۔ جب کہ مولانا مبارکپوریؒ کے ہاں بہت کم (صرف 08) مقامات پر اشعار سے استدلال نظر آتا ہے ۔ اشعار سے استدلال پر مولانا مبارکپوریؒ کا منہج یہ رہا کہ کبھی الفاظ کی توضیح میں شعر سے استشہاد کیا تو کبھی حدیث میں موجود ایک شعر کی نسبت سے مکمل ابیات کو ذکر کرتے ہیں، تاہم اشعار سے استدلال پر دونوں شارحین کا منہج مشترکہ ہی رہا ہے۔

رواۃ کا تعارف

رواۃ کے تعارف میں کبھی اسناد میں موجود رواۃ کے مکمل نام ، القابات، نسبت، کنیت کی توضیح کی تو کبھی رواۃ کا معروف پہلو کے ساتھ تعارف بیان کیا گیاہے۔ذیل میں چند ایک امثلہ وضاحت کے لیے پیش کی جاتی ہیں تاکہ رواۃ کے بارے میں شارحین کے اسالیب سامنے آسکیں:

علامہ عثمانیؒ کا رواۃ اسناد کے بارے میں اسلوب یہ رہا ہے کہ کبھی راوی کے نام کی وضاحت کرتے ہیں جیسے :کتاب الایمان کی روایت میں راوی کھمس کا پورا نام ذکر کرتے ہیں کہ یہ کھمس بن حسن ابو الحسن التمیمی البصری ہیں۔[29]اور کبھی راوی کے اسماء میں اختلاف کو ذکر کرتے ہیں جیسے :**كتاب المساجد و مواضع الصلوة** کی روایت میں **(ابی المهلب)** کے نام میں اختلاف کو ذکر فرماتے ہیں کہ **ابو لمهلب** ان کا نام عبدالرحمٰن بن عمرو ہے، بعض کے نزدیک معاویۃ بن عمرو بعض کے نزدیک عمرو بن معاویۃ ہے، نام کے بارے میں تینوں اقوال امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں نقل کیے ہیں، اور بعض کے نزدیک ان کا نام نذر بن عمر الازدی بصری ہے، جو بہت بڑے تابعی تھے، جنھوں نے کئی صحابہ سے روایت لی ہیں۔[30] کبھی راوی کی توضیح قبیلہ کے ساتھ کرتے ہیں جیسے : الجامع الصحیح کی ایک روایت میں **ابو عبيد المزحجى** کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ان کی نسبت مذحج کی طرف ہے جو کہ ایک معروف قبیلہ ہے۔[31]کبھی راوی کے القاب کی توضیح کرتے ہیں جیسے :کتاب الایمان کی روایت میں **مطر الوراق** کا نام مطر بن طھمان ، کنیت ابو رجاء

---

[28]مبارکپوری، منۃ المنعم،3: 332۔

[29]مبارکپوری، منۃ المنعم،1: 321۔

[30]مبارکپوری، منۃ المنعم،3: 428۔

[31]مبارکپوری، منۃ المنعم، 3: 458۔

الخراسانی ہے اور بصرہ میں رہے اور وہاں مصاحف لکھتے تھے اس وجہ سے وراق کہا جاتا ہے۔[32] کبھی کنیت کی توضیح نام کے ساتھ بھی کرتے ہیں جیسے :کتاب الصلوۃ کی حدیث میں روای (**ابی المنهال**) کے نام کی وضاحت کرتے ہیں کہ ان کا نام سیار بن سلامۃ الریاحی ہے[33] الغرض علامہ عثمانیؒ نے رواۃ کی تعارف میں تفصیل سے کام لیا ہے۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ کبھی راوی کے نام و نسب کو بیان کرتے ہیں جیسے کتاب الایمان کی روایت میں (سعید الجریری) کے پورے نام کاذکر کرتے ہیں کہ یہ جریر کی طرف نسبت ہے، اور یہ جیم کے ضمہ کے ساتھ تصغیر کے ساتھ اور وہ سعید بن إیاس ابو مسعود البصری ہیں۔"[34] کبھی نام کی توضیح کنیت کے ساتھ کرتے ہیں جیسے :کتاب الصلوۃ کی روایت میں (**مسلم بن صبيح**) کی کنیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کی کنیت ابوالضحی ہے۔[35] کبھی کنیت کی توضیح اسماء کے ساتھ کرتے ہیں جیسے :کتاب الاشربۃ کی روایت میں (**يحيى بن ابی عمر**) کی کنیت کی وضاحت فرماتے ہیں کہ ان کا نام یحیٰی بن عبید ہے[36]

درج بالاامثلہ سے واضح ہوا کہ علامہ عثمانیؒ نے اپنی شرح میں روایوں کے نام و نسب، القابات، کنیت، انکے مختصر حالات و واقعات اور مختلف پہلوؤں سے وضاحت کی ہے اور بہت سارے مقامات پر تقریباہر راوی کے مختصر حالات بیان کیے ہیں۔جب کہ مولانا مبارکپوریؒ نے چیدہ چیدہ مقامات پر رواۃ کے نام و نسب، القابات اور انکے حالات سے آگاہ کیا ہے، الغرض دونوں شارحین کا رواۃ کے تعارف پر اسلوب استدلال ایک ہی جیسا رہا ہے۔

عربی گرائمر میں شارحین کے مناہج کا تقابلی جائزہ

شارحین نے دوران شرح گرائمر کی رو سے الفاظ کی صرفی و نحوی توضیح بھی کی ہے، بعض جگہ پر واحد و جمع کے بارے میں بھی آگاہ کیا ہے اور بعض جگہ مشکل الفاظ کی توضیح اعراب اور کتب لغات سے بھی کی ہے:

علامہ عثمانیؒ نے کتاب الایمان کے ایک مقام پر حدیث کی شرح میں لفظ (**يُوَحّد**)[37] کی نحوی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: **هو بضم الياء وفتح الحاء مبنى لما لم يسم فاعله**[38] "وہ یا کے ضمہ اور حا کے فتح کے ساتھ ہے اور مبنی مالم

---

[32] مبارکپوری، منۃ المنعم، 1: 338۔

[33] مبارکپوری، منۃ المنعم، 3: 281۔

[34] مبارکپوری، منۃ المنعم، 1: 100۔

[35] مبارکپوری، منۃ المنعم، 1: 314۔

[36] مبارکپوری، منۃ المنعم، 3: 341۔

[37] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 111۔

[38] عثمانی، فتح الملہم، 353/1۔

یسم فاعلہ (ایسا فعل جس کے فاعل نہ معلوم) ہے۔ "اور الزکاۃ کی ایک حدیث میں (ذلک مال رابح)[39] کی صرفی توضیح میں کرتے ہوئے کہا: **هو فاعل بمعنى مفعول اى ما ل مربوح**[40]"رابح فاعل، مفعول کے معنی میں ہے یعنی مال مربوح"

علامہ عثمانیؒ نے الفاظ کے واحد اور جمع بھی بیان کیے ہیں جیسے کتاب الایمان میں حدیث میں آنے والے الفاظ (**الحفاة، العراة، العالة، رعاء الشاء**)[41] کے واحد اور جمع کے بارے میں آگاہ کرتے ہیں: **الحفاة: جمع الحافی، العراة: جمع العاری، العالة: جمع عائل من عال يعيل، رعاء الشاء: جمع راع، والشاء جمع شاة**[42]

مذکورہ امثلہ سے واضح ہو گیا ہے کہ علامہ عثمانیؒ نے کئی مقامات پر عربی گرائمر میں نحوی و صرفی توضیح کے ساتھ ساتھ الفاظ کی وضاحت میں مختلف ماہرین لغت کی آراء کو نقل بھی کیا اور قواعد عربیہ کو سامنے رکھتے ہوئے کسی لفظ کے بارے میں نشان دہی بھی کی جیسے لفظ واحد ہے یا جمع یا اسم یا مفعول وغیرہ۔

اسی طرح مولانا مبارکپوریؒ نے بھی دوران شرح الفاظ کی تصریح میں عربی گرائمر کی اصطلاحات استعمال کی ہیں جیسے **کتاب البیوع** کی حدیث میں (**ماشية او ضاريا**)[43] کی نحوی وضاحت کی کہ: **ضاري مجرور على العطف على ماشية، وثبوت الياء في الاسم المنقوص مع حذف الألف واللام منه لغة.**[44] یہاں لفظ ضاریا کی نحوی توضیح کرتے ہیں کہ **ضاری ماشية** پر عطف ہے اور اسم منقوص میں یا کا الف لام کے ساتھ حذف کرنا ثابت ہے۔**کتاب** اللباس کی حدیث میں (**معصفرين**)[45] کی صرفی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ: **بصيغة اسم مفعول من الرباعی والمعصفر هو المصبوغ بالعصر**[46] یہاں صرفی وضاحت کرتے ہوئے بیان کیا کہ معصفرین باب رباعی سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔اسی طرح اور بھی مقامات پر صرفی توضیح کی جیسے:

[39] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 2315۔

[40] عثمانی، فتح الملہم، 5: 60۔

[41] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 1۔

[42] عثمانی، فتح الملہم، 1: 337۔۔

[43] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 4023

[44] مبارکپوری، منۃ المنعم، 3: 48۔

[45] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۔5334

[46] مبارکپوری، منۃ المنعم، 3: 394۔

الحبرة :على وزن عنبة،الملبدة : اسم مفعول من التلبيد[47]،مرحل : بصيغه اسم المفعول من الترحيل[48]،المخيلة :بوزن عظيمة[49]،معافاة: اسم مفعول من العافية[50]،يطريه: بضم اوله ،مضارع من الإطراء[51]

مولانا مبارکپوریؒ نے الفاظ کے واحد و جمع سے بھی آگاہ کیا ہے جیسے :**(بمروطهن) المروط جمع مرط[52]،(سبعة ركب) بفتح الراء وسكون الكاف جمع راكب[53]،(والرواء)، بكسر الراء ضد العطاش جمع ريان وريا[54]، (بالدرق) بفتحتين جمع درقة[55]**

مذکورہ مثالوں سے معلوم ہوا کہ شارحین نے الفاظ کی وضاحت میں عربی قواعد کا استعمال کیا ہے۔علامہ عثمانیؒ نے الفاظ کی توضیح میں عربی گرائمر کے ساتھ ساتھ ماہرین لغت کی آرا کو بھی نقل کیا ہے، جن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ موصوفؒ نے کن کن ماخذ سے استفادہ کیا ہے جبکہ مولانا مبارکپوریؒ نے عربی گرائمر و قواعد کا استعمال تو کیا ہے، مگر ماخذ اور ماہرین لغت کی آراء کو بہت کم نقل کیا ہے، گویا الفاظ کی وضاحت میں عربی گرائمر کے استعمال تو دونوں نے ہی کیا ہے مگر مولانا مبارکپوریؒ کی شرح میں ایسے الفاظ بہت کم دیکھنے کو ملتے ہیں۔

اسرار وحکم کا بیان

شریعت کے ہر امور میں کوئی نہ کوئی حکمت و مصلحت کارفرما ہوتی ہے یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ شریعت نے دین کو مکمل کرنے کے لیے اسرار وحکم اور مقاصد سے آگاہ کیا ہے تاکہ ہر زمانے میں حالات کو دیکھتے ہوئے علما پیش آنے والے مسائل کا حل شریعت کی روشنی میں تلاش کر سکیں، احادیث کی شرح میں شرعی احکام کے اسرار ورموز بیان کے حوالے سے زیر نظر شرحوں میں سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

---

[47] مبارکپوری، منۃ المنعم،3: 395۔

[48] مبارکپوری، منۃ المنعم،3: 396۔

[49] مبارکپوری، منۃ المنعم،3: 398۔

[50] مبارکپوری، منۃ المنعم،4: 404۔

[51] مبارکپوری، منۃ المنعم،4: 408۔

[52] مبارکپوری، منۃ المنعم،1: 405۔

[53] مبارکپوری، منۃ المنعم،1: 429۔

[54] مبارکپوری، منۃ المنعم،1: 431۔

[55] مبارکپوری، منۃ المنعم ، 2: 25۔

علامہ عثمانیؒ نے کتاب الصلوۃ میں حدیث نقل کی ہے :**ان رسول اللہ کا ن اذا صلی فرّج بین یدیه حتی یبدو بیاض ابطیه"**[56] رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو (سجدہ میں) اپنے ہاتھوں کو پھیلا لیتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی۔

اس حدیث کی شرح میں حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :**الحکمة فی هذه الهیئة فی السجود انه یخف بها اعتماده عن وجهه ولا یتاثر انفه ولا جبهته ولا یتاذی بملا قاة الارض**[57]" صاحب شرح یہاں سجدہ کی حالت میں حکمت کو بیان کرتے ہیں کہ اس سے چہرے پر بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور ناک اور پیشانی پر اثر نہیں پڑتا اور نہ ہی زمین پر سجدہ دینا تکلیف کا باعث بنتا ہے۔"اسی طرح کتاب الاستیذان کی حدیث میں مولانا مبارکپوریؒ لفظ "**غض البصر** "[58] کی توضیح کرتے ہیں کہ :**وفیه اشارة الی ان فی الجلوس فی الطریق تعرضا للفتن بخطور النساء الشواب ومرورهن انهن لا یمنعن من المرور فیها نظرا لحوائجهن**[59] یعنی کہ اس سے مراد نظروں کو حرام سے روکنا ہے اور اس میں حکمت کو بیان کرتے ہیں کہ راستے میں بیٹھنا اور ان عورتوں کا سامنے سے گذرنا فتنے کا باعث بنتا ہے ۔لہٰذا نظروں کو نیچا رکھا جائے۔

ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ شارحین نے دوران شرح اسرار و رموز کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جن کی ضرورت شرعی احکام کو سمجھنے کے لیے ہر گذرتے ہوئے دور میں بڑھتی ہے۔ شارحین کے اس اسلوب بیان سے قارئین بآسانی حدیث سے اخذ ہونے والی حکمتوں کو سمجھ سکتا ہے۔

طوالت اور اختصار

علامہ عثمانیؒ کتاب النکاح میں نکاح کے لغوی و شرعی مفہوم کی تحقیقی توضیح کرتے ہیں اور شریعت مطہرہ میں اس کے مقاصد، فوائد اور آفات سے آگاہ کرتے ہوئے مختلف آئمہ و محدثین کے اقوال کو نقل کرتے ہیں:**النکاح فی کلام العرب الوطء وفی الصحاح النکاح : الوطء وقد یکون العقد**[60] یہاں لغوی معنی بیان کیے کہ نکاح کلام عرب میں وطی کو کہا جاتا ہے اور صحاح میں بھی نکاح سے مراد وطی ہی ہے ۔اور اس سے مراد عقد بھی ہے۔ شرعی توضیح میں بیان کرتے ہیں نکاح اس عقد شرعی کا نام ہے جس میں احکام اور مقاصد ترتیب دیے جاتے ہیں :**النکاح اسم للعقد الشرعی**

---

[56] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 1105۔

[57] عثمانی، فتح الملہم، 3: 316۔

[58] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 5648۔

[59] مبارکپوری، منۃ المنعم، 3: 436۔

[60] مبارکپوری، منۃ المنعم، 6: 315۔

الذی تترتب علیه احکام و مقاصد [61] لغوی و شرعی تعریفات کے بعد نکاح کے مقاصد بیان کیے کہ نکاح ایک بڑا رکن ہے اس میں معاشرے کی بقا، دین کی بلندی اور شیاطین سے حفاظت ہے۔ پھر نکاح کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھا کہ پہلا فائدہ ہی اصل ہے، جس کے لیے یہ نکاح رکھا گیا اور وہ نسل کی بقا ہے، اس فائدہ میں اولاد کی رغبت چار چیزوں کا سبب بنتی ہے: اولاد کے حصول کے لیے کوشش میں اللہ کی قربت کا حاصل ہونا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کا حاصل ہونا۔ نیک صالح اولاد کا دعا کرنا۔ چھوٹے بچے کی موت کا سفارش کرنا۔ دوسرا فائدہ شیطان سے بچنا، خواہشات کو ختم کرنا، نظر کا جھکانا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنا ہے۔ تیسرا فائدہ نفس کو سکون پہنچنا ہے۔ یعنی دل کو راحت اور عبادت کو تقویت پہنچتی ہے۔ اور چوتھا فائدہ ہے: **تفريغ القلب عن تدبير المنزل والتكفل بشغل الطبخ والكنس والفرش وتنظيف الوانی وتهيئة اسباب المعيشة**" اسی طرح نکاح کے تین آفات بھی بیان کیے کہ نکاح کے بعد ان چیزوں کی احتیاط انسان کے لیے ضروری ہے وگرنہ وہ درج ذیل آفات میں مبتلا ہو سکتا ہے:

> **اما آفات النكاح فثلاث: الاولى العجز عن طلب الحلال ۔۔فيكون النكاح سببا فی التوسع للطلب والاطعام من الحرام وفيه هلاكه وهلاک اهله الآفة الثانية القصور عن القيام بحقهن والصبر على اخلاقهن وهذه دون الاولى فی العموم وتحسين الخلق مع النساء والقيام بحظوظهن اهون من طلب الحلال الآفة الثالثة: وهی دون الاولى الثانية :ان يكون الاهل والولد شاغلا له عن الله تعالى،وجاذبا له الى طلب الدنيا وحسن تدبير المعيشة للاولاد بكثرة جمع المال وادّخاره لهم وطلب التفاخر والتكاثر بهم"** [62]

یہاں صاحب شرح نے نکاح کے آفات میں پہلی بات یہ کہی کہ بعض دفعہ انسان نکاح کے بعد حلال کی تلاش سے عاجز آجاتا ہے۔ کیونکہ نکاح طلب میں وسعت کا سبب بن سکتا ہے اور اس کا کھانا حرام کا ہو جاتا ہے، جس سے اس کے اور اس کے گھر والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ اسی طرح دوسری آفت یہ ہے کہ خاوندوں میں بیویوں کے حقوق اور ان کے اخلاق پر صبر کرنے میں کمی آجاتی ہے۔ یہ آفت عام طور پر پہلی آفت سے کم ہے (یعنی عورتوں کے ساتھ اخلاق میں اچھا ہونا، طلب حلال سے کم درجہ رکھتی ہے)۔ اسی طرح تیسری آفت پہلی اور دوسری سے کم ہے، کیونکہ انسان اور اس کی اولاد اللہ سے دور ہو جاتی ہے دنیا کی خواہشات کو طلب کرنا اولاد کے لیے مال کو جمع کرنا، فخر اور کثرت کی طلب کرنا وغیرہ۔ اس کے برعکس مولانا مبارکپوریؒ نے کتاب النکاح کے حوالے سے صرف نکاح کے لغوی و شرعی مفہوم کی تصریح ہی فرمائی ہے: **النكاح في اللغة: الضم والتداخل. وفي الشرع حقيقة في العقد، مجاز في الوطء على الصحيح،**

---

[61] مبارکپوری، منۃ المنعم، 6: 316۔

[62] عثمانی، فتح الملہم، 6: 321۔

ولم يرد في القرآن إلا للتزويج إلا في قوله تعالى: {وَابۡتَلُوا الۡيَتَامَىٰ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ}"[63] "نکاح لغت میں ضم ہونے اور ایک دوسرے میں داخل ہونے کو کہا جاتا ہے اور شرع میں حقیقت فی العقد اور مجاز میں وطی کرنا ہے قرآن میں تزویج کے علاوہ یہ لفظ وارد نہیں ہوا جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ وَابۡتَلُوا الۡيَتَامَىٰ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ "

یہاں مولانا مبارکپوریؒ نے نکاح کی لغوی وشرعی معنی ہی بیان کیے جبکہ علامہ عثمانیؒ نے فتح الملہم میں شرح سے قبل کتاب النکاح کے تعارف میں نکاح کے لغوی وشرعی مفہوم، شریعت مطہرہ میں اس کے مقاصد، اس کے فوائد اور آفات سے آگاہ کیا۔ واضح ہوا کہ مولانا مبارکپوریؒ نے شرح میں اختصار سے کام لیا ہے بعض مسائل میں کچھ ضروری معلومات سے آگاہ کیا اور بعض جگہ پر ضرورت سے زیادہ ہی اختصار سے کام لیتے ہوئے بعض احادیث کی شرح بھی نہیں کی اور علامہ عثمانیؒ نے مولانا مبارکپوریؒ کی نسبت شرح میں تفصیلی بحث کی اور تقریبا ہر حدیث کی شرح تفصیلی انداز میں کی ہے۔

شرح احادیث کو ابحاث میں تقسیم کرنا

علامہ عثمانیؒ نے احادیث کی شرح میں تفصیلی انداز اپنایا ہے۔ حدیث کی شرح کو بھی مختلف نکات اور ابحاث میں تقسیم کیا ہے۔ کتاب الطھارۃ کی پہلی حدیث "**الطهور شطر الايمان**"[64] کی شرح میں طھور کے معنی بیان کرتے ہیں علامہ عثمانی نے لکھا ہے:

> **الشطر فی الاصل النصف واخرجه الترمذی فی ابواب الدعوات بلفظ الطهور نصف الايمان وقوله ﷺ الطهور شطر الايمان اختلف فی معناه فقيل ان الاجر فی الوضوء ينتهی تضعيفه الی نصف اجر الايمان"**[65]
>
> شطر اصل میں نصف کو کہتے ہیں جس کی دلیل جامع ترمذی میں ابواب الدعوات میں ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے کہ پاکیزگی نصف ایمان ہے اور آپ ﷺ کے ارشاد الطھور شطر الایمان کے معنی میں اختلاف ہے۔ کہا گیا اس سے مراد وضو کا اجر دگنا ہو کر آدھے ایمان تک پہنچ جاتا ہے۔

پھر ملا علی قاریؒ کا قول پیش کرتے ہیں کہ نماز کا ثواب وضو کی تمام شرائط پورا ہونے سے ملتاہے۔ اس لیے وضو کو بھی نصف ایمان کہا گیاہے اور چونکہ وضو ایک مستقل عبادت ہے اس کے لیے نیت کا ہونا بھی ضروری ہے اور اس کا ثواب مومن کو تو ملے گا ہی مگر کافر اس سے محروم رہے گا۔ پھر صاحب شرح اجر کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اجر کی دو اقسام ہیں : اجر اصلی : جس کا بندہ بذات خود عمل کرنے سے حق دار ہوتا ہے۔ اجر مضاعف: جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو روز قیامت اپنا کرم، نعمتوں اور رحمتوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے فضل سے جسکو چاہے گا دے گا۔ پھر غزالیؒ

---

[63] مبارکپوی، منۃ المنعم، 2: 368۔

[64] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 534۔

[65] عثمانی، فتح الملہم، 2: 271۔

کے حوالے سے طہارۃ کے مراتب نقل کرتے ہیں کہ طہارۃ کے چار مراتب ہیں: اپنے ظاہر کو ہر طرح کے حدث اور نجاست سے پاک کرنا۔اعضاء کو جرائم اور گناہوں سے پاک کرنا۔دل کو برے اخلاق اور رذائل سے پاک کرنا۔اپنی تنہائیوں کو پاک کرنا۔ایمان صحیح خالص اور اکمل اس وقت حاصل ہوگا جب ان تمام مراتب سے اسکو مزین اور آراستہ کیا جائے گا۔[66]

مولانا مبارکپوریؒ اسی حدیث کی شرح میں الطھور کے لغوی مفہوم بیان کرتے ہیں کہ یہ ط کے ضمہ کے ساتھ ہے[67] اور وہ فعل مصدر ہے اور جب ط کے فتح کے ساتھ ہو تو اس سے مراد وہ پانی جس سے پاکی حاصل کی جاتی ہے اور حدیث میں موجود لفظ الشطر کی اصل نصف ہے۔

واضح ہوا کہ علامہ عثمانیؒ نے جہاں کتب کے آغاز میں تفصیلی تعارف پیش کیا وہاں احادیث کی شرح کو بھی مختلف ابحاث میں تفصیلاً ذکر کیا ہے، یعنی احادیث سے متعلقہ دیگر مسائل کو ایک منظم پیرائے میں متعارف کروایا ہے۔اس کا فائدہ یہ ہے کہ قاری کو احادیث پڑھتے وقت مختلف موضوعات کو پڑھنے کا موقع مل جاتا ہے ۔ جبکہ اس کے برعکس مولانا مبارکپوریؒ نے حدیث کی صرف شرح مختصر انداز میں کی ہے۔

ائمہ اور فقہا سے نقل وروایت

علامہ عثمانیؒ احادیث کی شرح میں کثرت سے ائمہ ، فقہا اور شارحین سے نقل کرتے ہیں۔ کہیں تو ائمہ اور فقہا اور شارحین کے نام پر ہی اکتفا کرتے ہیں تو کہیں ان کی کتب کا تذکرہ بھی کرتے ہیں مزید یہ کہ مختلف علوم پر بکثرت کتب اور مصادر کی بھی نشان دہی کرتے ہیں جیسے درج ذیل امثلہ سے واضح ہوتا ہے:

الجامع الصحیح کی کتاب الطھارۃ میں نعیم بن عبداللہ سے مروی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ھریرہؓ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا کہ انھوں نے اپنا چہرہ دھویا پھر اپنا دایاں بازو دھویا حتی کہ اوپر بازو کی ابتدا تک پہنچے پھر اسی طرح بایاں بازو بھی دھویا اوپر بازو کی ابتدا تک پہنچے۔ پھر سر کا مسح کیا اور دایاں پاوں پنڈلی تک دھویا۔ وضو کے بعد ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انتم الغر المحجلون يوم القيامة من اسباغ الوضوء فمن استطاع منكم فليطل غرتة تحجيله[68]

---

[66] عثمانی، فتح الملہم،2: 272۔

[67] مبارکپوری، منۃ المنعم،1: 187۔

[68] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 579۔

قیامت کے دن اچھی طرح وضو کرنے کی وجہ سے تم لوگ ہی روشن چہروں اور سفید چمکدار ہاتھ پاوں والے ہوگے لہٰذا تم میں سے جو اپنے چہرے اور ہاتھ پاؤں کی روشنی اور سفیدی کو آگے تک بڑھا سکے، بڑھالے۔

علامہ عثمانیؒ نے وضو کے طریقہ اسکی فضیلت اور اہمیت اور غرۃ المحجلین کے متعلق مختلف ائمہ اور کتب کا حوالہ دیتے ہیں جیسے کتاب الحلیۃ سے نقل کیا کہ **والتحجیل یکون فی الیدین والرجلین** "چمک دونوں ہاتھوں اور پاوں میں ہو گی۔" پھر ردالمختار کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

" **اختلاف الشافعیة علی ثلاثه اقوال۔انه یستحب الزیادة فوق المرفقین والکعبین بلا توقیت ،الی نصف العضد والساق، الی المناکب والرکبتین**"[69]

"شافعیہ کا اختلاف تین اقوال پر ہے ایک کہنیوں اور ٹخنے سے اوپر زیادتی بغیر کسی مقدار کے مستحب ہے۔ دوسرا نصف بازو اور پنڈلی تک۔ تیسرا کندھوں اور گھٹنوں تک۔"

پھر حافظ ابن حجرؒ کی فتح الباری کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: **قال الحافظ فی الفتح: لا تستحب الزیادة علی الکعب والمرفق** "ٹخنہ اور کہنی سے زیادتی مستحب نہیں ہے۔" اسی طرح حافظ ابن قیم کی زادالمعاد کا حوالہ دیتے ہیں کہ: **ان النبی ﷺ لم یتجاوز الثلاث فی الوضوء قط وکذلک لم یثبت عنه انه تجاوز المرفقین والکعبین ولکن ابوهریرة کان یفعل ذلک** [70] "نبی ﷺ وضو میں تین چیزوں میں کبھی تجاوز نہیں کرتے تھے جن میں سے مرفقین اور کعبین ہیں لیکن ابوہریرہؓ اس طرح کیا کرتے تھے۔"

درج بالا مثال میں وضو میں اعضا کہاں تک دھوئیں جائے اس بحث کے لیے کتاب الحلیہ، رد المختار، فتح الباری اور زاد المعاد کے حوالے سے ائمہ کے اقوال کو نقل کیا جس سے معلوم ہوا کہ صاحب شرح نے دوران تشریح مختلف کتب کا حوالہ دیا ہے۔

علامہ عثمانیؒ پانی میں نجاست کے بارے میں مختلف مولفین انکی کتب اور شارحین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ مثلا لکھتے ہیں کہ صاحب البحر فرماتے ہیں کہ علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب پانی میں کوئی نجاست گرے اور اس کے اوصاف میں سے کوئی ایک بدل جائے تو اس کی طہارت جائز نہیں ہے چاہے وہ پانی قلیل ہو یا کثیر ہو، جاری ہو یا غیر جاری ہو۔ امام سرخسیؒ مبسوط میں فرماتے ہیں کہ مبتلی بہ شخص کی رائے کا اعتبار کیا جائے گا اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ نجاست ایک جانب سے دوسری جانب پہنچ گئی ہو اس صورت میں وضو جائز نہیں ہے۔ امام ابوالحسن الکرخیؒ اپنی مختصر میں بیان کرتے ہیں کہ وہ پانی جو تالابوں میں ہو یا صاف زمین پر ہو استعمال کرنے والے کے سامنے اس کے اندر نجاست

---

[69] عثمانی، فتح الملہم، 2: 316۔

[70] عثمانی، فتح الملہم، 2: 316۔

گر جائے اور اس کی غالب رائے یہ ہے کہ نجاست کثرت پانی کی وجہ سے جمیع (سارے) پانی میں نہیں ملی تو اس کی اس رائے کے مطابق پانی طاہر ہے اس سے وضو جائز ہے اور جو پانی قلیل ہو اور اس کے علم کا احاطہ یہ ہو کہ نجاست جمیع پانی کی طرف پہنچ گئی ہے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔عبدالرحمٰن الکرمانیؒ شرح الایضاح میں بیان کرتے ہیں کہ روایات کثیر پانی کی حد بندی میں مختلف ہیں۔امام ابو حنیفہؒ سے صحیح مروی یہی ہے کہ اس کی کوئی توقیت نہیں ہے غالب ظن پر اعتماد کیا جائے گا۔امام حاکم شہیدؒ، امام محمد بن حسنؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ اس میں دہ دہ (10/10) کا خیال کیا جائے گا پھر انہوں نے بھی امام ابو حنیفہؒ کے قول کی طرف رجوع کر لیا کہ اس میں کوئی مقدار متعین نہیں ہے۔امام اسیجابیؒ شرح مختصر طحاوی میں فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک قلیل اور کثیر پانی میں حد فاصل خلوص ہے۔خلوص سے مراد نجاست ایک جانب سے دوسری جانب پہنچ جائے۔صاحب معراج الدرایۃ فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے جو ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ اس میں کوئی مقدار مقرر نہ کی جائے بلکہ نجاست کا ایک طرف سے دوسری طرف پہنچنے میں غالب ظن کو ہی دیکھا جائے۔[71]

درج بالا امثلہ سے معلوم ہوا کہ شارح نے دوران شرح آئمہ، فقہاء، مولفین اور دیگر شارحین سے بکثرت نقل کیا ہے۔ جس سے قاری کو مختلف مسالک کی کتب پڑھنے کا موقع اور آگاہی ہوتی ہے۔

جبکہ اس کے برعکس مولانا مبارکپوریؒ نے شرح میں علماء کے اقوال کی نسبت، احادیث سے استدلال کیا ہے، تاہم علما و فقہا کے اقوال بھی نقل کیے ہیں لیکن احادیث کو بطور حجت زیادہ ترجیح دی ہے اور بعض جگہ تو احادیث الباب کو ہی دلیل کے طور پر پیش کیا جیسے کتاب الصلوۃ کی حدیث **"عن ابی ہریرۃؓ ان النبی ﷺ قال من ادرک رکعۃ من الصلوۃ فقد ادرک الصلاۃ"**[72] کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے دو معنی ہیں: پہلا یہ کہ جس نے نماز کی ایک رکعت جماعت کے ساتھ پالی تو گویا اس کو پوری جماعت کا ثواب مل گیا اور اس حدیث کی تائید درج ذیل حدیث کرتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **من ادرک رکعۃ من الصلاۃ مع الامام فقد ادرک الصلاۃ**[73] اور دوسرا معنی یہ ہے کہ جس نے ایک رکعت نماز کا وقت نکلنے سے پہلے پڑھ لی اور باقی رکعات وقت نکلنے کے بعد پڑھی تو گویا اس نے نماز کو پالیا، نماز کو پورا کر لیا اس پر کوئی قضا نہیں "**ویؤید ہذالمعنی باقی احادیث الباب**۔[74]

---

[71] عثمانی، فتح الملہم، 3: 24۔

[72] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 1371۔

[73] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 1372۔

[74] مبارکپوری، منۃ المنعم، 1: 384۔

واضح ہوا کہ مولانا مبارکپوریؒ نے بکثرت احادیث سے استدلال کا منہج اپنایا اور علماء کے اقوال بھی پیش کیے مگر زیادہ تر احادیث کو ہی ترجیح دی جبکہ علامہ عثمانیؒ زیادہ تر علماء اور فقہاء کے اقوال کو درج کیا تاہم احادیث سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

مسلکی رجحان

علامہ عثمانیؒ چونکہ حنفی ہونے کے ناتے شرح میں اکثر فقہ حنفی کی تائید کرتے ہیں جیساکہ کتاب الطہارۃ میں صحابہ کا وضو کے ساتھ بیٹھے بیٹھے سو جانے کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس طرح سونا وضو ٹوٹنے کا باعث نہیں بنتا پھر اس میں علماء کے اختلاف کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں مختلف اقوال ہیں جو صاحب سبل السلام نے ذکر کیے ہیں۔ پھر ان اقوال میں سے احناف کے مختار مذہب کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

> **والمختار عند الحنفية ان الوضوء ينقضه نوم يزيل مسكة الرجل اى قوته الماسكة بحيث تزول مقعدته من الارض، وهو النوم على احد جنبيه او ركيه ، او قفاه،او وجهه ،والنعاس اى النوم القليل الذى لا يشتبه على صاحبه اكثر ما يقال لا ينقض الوضوء عندنا ۔**[75]

یہاں علامہ عثمانیؒ احناف کے مسلک کی تائید میں مختار مذہب بیان کرتے ہیں کہ احناف کے نزدیک وہ نیند ناقض وضو ہے جو بندے کی قوت سے باہر ہو، جیسے سونے سے وہ زمین پر گر جائے یا اپنے دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو پر یا سرین کے بل یا گُدی کے بل یا چہرے کے بل گر جائے لیکن ہلکی نیند ہمارے نزدیک نواقض وضو میں سے نہیں ہے۔

اس کی برعکس مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ کی شرح کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ علامہ عثمانیؒ کی نسبت مسائل کو بیان کرنے میں اجتہادی رویہ رکھتے ہیں ۔ جیساکہ کتاب البیوع میں حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کی، کھجور کے ساتھ فروخت کرنے سے منع کیا اور بعد میں رخصت دینے کے متعلق احناف سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> **أي رخص بعد نهيه عن بيع الثمر بالتمر، وفيه رد على الحنفية حيث قالوا: إن النبي ﷺ لما نهى عن بيع الثمر بالتمر دخل فيه بيع العرية، أما الرد فلأن هذا الحديث صريح في كون الرخصة في بيع العرية إنما صدرت بعد النهي عن بيع الثمر بالتمر، ولأن الرخصة إنما تكون بعد النهي لا قبله.**[76]

---

[75] عثمانی، فتح الملہم،3: 131۔

[76] مبارکپوری، منۃ المنعم،3: 21۔

یعنی رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کی، کھجور کے ساتھ فروخت کرنے سے منع کیا اور بعد میں رخصت دے دی اور اس میں احناف کی اس بات کا رد ہے جو انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے جو پھلوں کی، کھجور کے ساتھ فروخت منع کی اس میں بیع عریہ بھی شامل ہے۔ جب کہ اس حدیث میں صراحت ہے کہ بیع عریہ میں آپ ﷺ نے منع کرنے کے بعد رخصت دے دی اور رخصت ہمیشہ منع کرنے کے بعد ہوتی ہے نہ کہ پہلے ہوتی ہے۔

خلاصہ بحث

فتح الملہم اور منۃ المنعم کے اس مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ دونوں میں بہت سے امور مشترک ہیں۔ لیکن بعض جگھوں پر اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث سے استشہاد میں، اشعار سے استدلال کرنے میں، غریب الفاظ کی شرح میں، راوۃ کے تعارف میں نحوی و صرفی ابحاث میں، اسرار و حکم بیان کرنے میں دونوں شروح کے مولفین کا اسلوب تقریباً یکساں ہے۔ فتح الملہم میں تفصیل ہے، اور منۃ المنعم میں قدرے اختصار۔ فتح الملہم میں شرح سے قبل کتب کے حوالے سے تفصیلی تعارف پیش کیا گیا ہے، جب کہ منۃ المنعم میں بہت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ فتح الملہم میں علامہ عثمانیؒ تفصیل بیان کرتے ہوئے ترجمۃ الکتب کو تفصیلی ابحاث میں تقسیم کرتے ہیں، جب کہ مولانا مبارکپوری نے شرح احادیث کو ابحاث میں تقسیم نہیں کیا۔ فتح الملہم میں علامہ عثمانیؒ احناف کی نمائندگی کرتے ہوئے اور تقلیدی رویہ رکھتے ہیں جبکہ مولانا مبارکپوریؒ اجتہادی رویہ اپناتے نظر آتے ہیں۔ علامہ عثمانیؒ زیادہ تر ائمہ اور فقہاء کے اقوال سے استدلال کرتے ہیں جب کہ مولانا مبارکپوری ان سے نسبتاً کم استشہاد کرتے اور احادیث پر انحصار کی کوشش کرتے ہیں۔